

معاصر عرب ادبيات سيرت: كيف عاملهم كا منج واسلوب
 Contemporary 'Arab Sīrah Literature: Style and Methodology
 of *Kaifa 'Āmiluhum* by *Muḥammad Ṣāliḥ al-Munjid*

Dr. Muhammad Haroon

Lecturer in Islamic Studies, Govt. Associate College 75/SB Sargodha

Dr. Hafiz Muhammad Abrar Awan

*PhD Islamic Studies, Sheikh Zayed Islamic Center, Punjab University,
 Lahore*

Dr. Muhammad Shafiq Anjum

*Assistant Professor, Department of Hadith Studies, The Islamia University
 of Bahawalpur*

Abstract

The modern period, in terms of writings on the Prophet (PBUH), has been spectacularly productive. The classical Sīrah corpus in Arabian literary spheres during last two centuries, is generally an amalgam of prophetic traditions associated with ethical, social and political aspects. One core reason behind the plethora of the work, is to prevent the Islamic thought from the dominance of modern scientific thought emerged in the West, spread with the help of colonialism after the 19th century. As a result, the accumulation of writings on the conduct of Prophet (peace be on him) in the modern Arabian societies is variegated such as *'Alā-Hāmiṣi's Sīrah* (1933) by Tāhā Ḥussein, *Abqariyatū Muḥammad* (*The Genius of Mohammad*) and *Muḥammad Rasūl al-Ḥurriyat* (*Muhammad the Prophet of Freedom, 1962*) by Abbas Mahmud el-'Akkad (Egypt), *Ḥayat-e-Muḥammad* by Muḥammad Ḥuseyin Heykel, *Sīret-e-Rasūl* by Izzat Darwaza, *Muḥammad the Big Revolutionist* by Fethi Riḍwān and *Istiṣrakiyyetū Muḥammad* (*Socialism of Muhammad*)

by Maḥmūd Shalbī. Among these splendid literary works, *Kaifa Āmiluhum by Muḥammad Ṣāliḥ al-Munjid* belongs to the genre of social conduct of the Prophet (PBUH). This work comprises on a preface and six chapters. The preface belongs to preliminary sociology of Sīrah. In the chapters, the conduct of the Prophet (PBUH) about all walks of life has been discussed. The prime propose of this paper is to elaborate this magnum opus of Sīrah.

Keywords: Sīrah Writings, Methodology, Social conduct, Arabian literary Circles

تعارف

رسول مکرم ﷺ کی ذات اقدس دنیا کی ہر شخصیت کے لیے زندگی کے ہر پہلو میں ہدایت کا بہترین اسوہ اور نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے جزیرہ عرب میں اس وقت آنکھ کھولی، جس وقت پورا عرب اخلاقی گراؤ کا شکار ہو چکا تھا؛ انسانیت کے لہادے میں موجود انسان اپنی حقیقت بھول کر درندوں سے بدتر زندگی گزار رہا تھا؛ زندگی کا ہر شعبہ زوال کا شکار تھا، اخلاقی اقدار نام کی کوئی چیز نہ تھی، ظلم و عداوت کا ہر جگہ بسیرا تھا، امن و امان کے فقدان کی یہ صورت حال تھی کہ قبائل آپس میں ہر وقت برسر پیکار رہتے، چھوٹی چھوٹی بات پر طویل عرصہ تک لڑائیاں جاری رہتیں، بیٹیوں کو زندہ درگور کیا جاتا تھا؛ لوٹ مار عام تھی، قافلوں کو لوٹا مکائی کا ذریعہ تھا، اور اسی پر فخر کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت پر ترس کھایا اور انہیں ہدایت دینے کے لیے اپنا محبوب عطا فرمایا، جس نے انہیں جاہلیت کے اندھیرے سے نکالا، اخلاق و کردار کی درستگی کی، اللہ تعالیٰ کی معرفت دی، حقوق و فرائض والی زندگی دی، متحارب قبائل میں صلح کروائی، معاشرے میں امن و امان، بھائی چارہ اور ایثار و سخاوت کو فروغ دیا، محبت و مودت کی فضا قائم کی، معاشرے کے افراد کی روحانی، اخلاقی اور ایسی معاشی تربیت کی کہ وہ لوگ ریشم ملائک بن گئے۔ حضور اقدس ﷺ کی ذات مبارکہ اور حیات مطہرہ ایسا موضوع ہے جس پر ہر زمانے کے ارباب علم و دانش نے مختلف زبانوں میں، مختلف اسالیب و مناہج میں؛ کبھی نثر میں اور کبھی نظم میں سیر حاصل لکھا اور خوب لکھا؛ اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کی عظمت و رفعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

سیرت نگاری کے مختلف مناہج و اسالیب

مرد و زمانہ کے ساتھ جس طرح لوگوں کے احوال، طرز زندگی، لین دین کے معاملات میں جدت آئی ہے؛ اسی طرح علوم و فنون میں بھی نئے نئے رجحانات سامنے آئے ہیں۔ علوم و فنون کو مختلف شاخوں میں تقسیم کر کے ان پر تحقیق کی جا رہی ہے۔ دیگر علوم کی طرح علوم اسلامیہ میں بھی مختلف جہات اور پہلوؤں پر تحقیقات منصرہ شہود پر لائی جا رہی ہے۔ اسلامی علوم میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت اقدس پر بھی مختلف جہات سے لکھا جا رہا ہے، سیرت کے نئے رجحانات متعارف کروائے جا رہے ہیں؛ تاکہ آپ ﷺ کی ذات اقدس اور آپ کی تعلیمات کی کاملیت اور عظمت کو آشکارا کیا جاسکے۔ موجودہ دور میں سیرت نگاری کے رجحانات میں سے چند ایک میں سے فقہ السیرۃ، شامل نبوت، دلائل نبوت، اختصاصی سیرت اور تقابلی سیرت وغیرہ شامل ہیں۔ سیرت کے ان پہلوؤں پر مختلف زبانوں میں لکھا جا رہا ہے جن میں عربی زبان سرفہرست ہے۔ معاصر عرب سکالر زہد صرف سیرت کے

مختلف زاویوں پر جدید طرز سے اپنی نگارشات کو منصفہ شہود پر لا رہے ہیں بلکہ مستشرقین کی طرف سے سیرت پر اٹھائے جانے والے اشکالات کا بھی مسکت جواب دے رہے ہیں۔

معاصر عرب سیرت نگار اور ان کی نگارشات

عصر حاضر میں عرب میں سیرت نگاری کے حوالے سے تحقیق کی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ دور جدید میں عرب مسلم سکالرز نے سیرت کے مختلف گوشوں پر بہت عمدہ نگارشات پیش کی ہیں۔ عرب میں سیرت نگاری کے دور جدید کا آغاز شیخ محمد بن عبدالوہاب (م 1792ء) سے شروع ہوتا ہے جنہوں نے سیرت پر ایک مختصر کتاب لکھی، پھر شیخ رفاعۃ الطہطاوی (م 1883ء) نے نہایۃ الایجاز سیرۃ ساکن الحجاز کے نام سے کتاب لکھی، جو ان کی تالیفات میں سے تقریباً آخری تالیف سمجھی جاتی ہے؛ یہ دونوں تصانیف عرب میں سیرت نگاری کے دور جدید کا نقطہ آغاز سمجھی جاتی ہیں؛ ان کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کتابیں شیخ محمد یوسف الصالحی الشامی (م 1536ء) کی کتاب سبیل الہدی والرشاد کے بعد لکھی گئیں۔ شیخ طہطاوی کی نہایۃ الایجاز اور شیخ محمد یوسف کی سبیل الہدی کے درمیان تقریباً تین صدیوں کا فاصلہ ہے، اسی واسطے ان کی سیرت کی کتاب کو عرب میں سیرت نگاری کے دور جدید کا آغاز کہا جاتا ہے۔ اس زمانے تک جنتی بھی سیرت پر کتابیں لکھی گئیں ان کا طرزِ تحریر اور اسلوب نگارش اسلاف متقدمین کے اسلوب سے ملتا جلتا تھا، یہ صورت حال بیسویں صدی عیسوی کی تیسری دہائی تک جاری رہی؛ مشرق وسطیٰ پر مشنری مبلغین کے حملے نے مسلم مبلغین، مفکرین، ادباء اور علماء کے جوش و خروش کو بھڑکا کر رکھ دیا؛ پھر سیرت کی مختلف جہات پر مستقل کتابیں منصفہ شہود پر آنے لگیں۔

معاصر عرب میں رسول اللہ ﷺ کی فصاحت و بلاغت پر لکھی گئی تالیفات

چنانچہ بعض محققین نے رسول اللہ ﷺ کی فصاحت و بلاغت کی عظمت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ اس سلسلے میں محمد جاد المولیٰ نے دو کتابیں لکھیں، جن میں رسول کریم ﷺ کی فصاحت و بلاغت کے پہلوؤں پر روشنی ڈالی؛ پہلی کتاب "محمد المثل الكامل" اور دوسری کتاب "محمد الخلق الكامل" کے عنوان سے لکھی۔ محمد حسین ہیکل نے "حیاء محمد" لکھی، اگرچہ اہل علم کی طرف سے اس پر نقد بھی کیا گیا لیکن بہر حال اسے مقبولیت بھی ملی۔ مصر کے بہت بڑے ادیب مصطفیٰ صادق الرافعی نے "رسول الانسانية و بلاغة الرسول" لکھی۔ ڈاکٹر طرہ حسین نے "علی ہامش السیرۃ" لکھی۔ توفیق الحکیم نے "محمد صلی اللہ علیہ وسلم (سیرۃ حواریة)" لکھی۔

عرب کے عہد جدید میں رسول کریم ﷺ کی سیرت کے دفاع پر لکھی گئی تصانیف

محدثین اور مستشرقین کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور ذات اقدس کو بھی نشانہ بنایا گیا؛ چنانچہ اس زمانے میں رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس اور آپ کی سیرت پر کیے گئے اعتراضات کا بھی مسکت جواب دیا گیا اور اس پر مستقل تصانیف لکھی گئیں؛ اس حوالے سے شیخ محمد رشید رضا (م 1935ء) کی دو کتابیں نمایاں مقام رکھتی ہیں ان میں سے پہلی کتاب "الوحي المحمدي" اور دوسری کتاب "سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم" ہے۔ استاذ محمد فرید الوجدی (م 1954ء) نے "السیرۃ المحمدیۃ تحت ضوء الفلسفة والعلم الحدیث" کے نام سے ایک مقالہ لکھا جو جامعہ ازہر سے شائع ہونے والے مجلہ میں چھپا؛ جسے بہت زیادہ پذیرائی ملی۔ امام محمد ابو زہرہ (م 1974ء) نے "خاتم النبیین" کے نام سے کتاب

لکھی۔ مالک بن نبی (م 1973ء) نے "الظاہریۃ القرآنیۃ" کے نام سے کتاب لکھی جس میں رسول کریم ﷺ پر وارد ہونے والے شبہات کا جواب دیا۔ شیخ محمد ابو شہبہ (م 1983ء) نے "السیرۃ النبویۃ فی ضوء القرآن والسنة" تالیف فرمائی اور معترضین کے شبہات کا عقلی و نقلی جواب دیا۔

فقہ السیرۃ

وقائع سیرت سے مستنبط ہونے والے مختلف معاشرتی، معاشی، عائلی، اخلاقی، کلامی اور فقہی پہلوؤں کا تجزیہ و تحلیل کر کے نتائج اخذ کرنے کا اسلوب بھی اپنایا گیا: اس پہلو نے موجودہ زمانے میں نئے پیدا ہونے والے مختلف مسائل کے حل کرنے میں اعانت کی۔ اس موضوع پر جن حضرات نے لکھا انہوں نے صرف کلاسیکی ادب سیرت سے ہی استفادہ نہیں کیا بلکہ سیرت نگاری میں ایک نئی طرح ڈالی؛ وہ یہ کہ وقائع سیرت کو درج کرتے وقت کتب احادیث، شروح حدیث، کتب فقہ و تاریخ وغیرہ سے مکمل استفادہ کیا ہے، جیسا کہ ان کتب کے حواشی کو ملاحظہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ بہت سارے مقامات پر فتح الباری لابن حجر، شرح مسلم للنووی، علامہ طبری کی تفسیر الجامع البیان اور مقدمہ ابن خلدون وغیرہ شامل ہیں؛ کے حوالے بار بار ملتے ہیں۔ اس قسم کے ذخیرہ سیرت میں حسن البنائ کی "نظرات فی السیرۃ" جو کہ درحقیقت ان کے محاضرات کا مجموعہ ہے؛ جسے احمد عیسیٰ عاشور کی کاوش سے شائع کیا گیا ہے۔ محمد الغزالی کی "فقہ السیرۃ" ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی کی "السیرۃ النبویۃ دروس وعبر" سعید حوی کی "الاساس فی السیرۃ" علی محمد الصلابی کی "السیرۃ النبویۃ عرض وقائع وتحلیل احداث" محمد سعید رمضان البوطی کی "فقہ السیرۃ النبویۃ" منیر محمد الغضبان کی "صاحب المنہج الحرکی للسیرۃ النبویۃ: فقہ السیرۃ النبویۃ" شامل ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی محمد صالح المنجد کی "کیف عاملہم صلی اللہ علیہ وسلم" بھی ہے۔

"کیف عاملہم صلی اللہ علیہ وسلم" کا تعارفی جائزہ

مذکورہ کتاب شیخ ابو صالح المنجد کے محاضرات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے 1427ھ کے رمضان المبارک میں جامع مسجد عبدالعزیز میں تراویح کے بعد "التعاملات النبویۃ مع اصناف الناس" کے عنوان سے دیے؛ جسے بعد میں بہت سارے ٹی وی چینلز کی طرف سے "الجوانب العظمت فی حیاة النبی ﷺ" کے عنوان سے پیش کیا گیا؛ اس سلسلے کے اختتام کے بعد دوبارہ پھر اسے "الجوانب الاجتماعیۃ فی حیاة خیر البریۃ" کے عنوان سے پیش کیا گیا۔ پھر اسے کتابی شکل میں مجموعہ زاد للنشر جدہ اور ریاض سعودی عرب نے 1436ھ میں "کیف عاملہم ﷺ" کے نام سے شائع کر دیا۔ کتاب چھ ابواب اور ایک مختصر مقدمہ پر مشتمل ہے، باب اول میں "قدوہ" کا معنی بیان کیا گیا ہے اور اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام عوام الناس کے لیے قدوہ کیسے ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ کے قدوہ ہونے کی وجوہات کا مفصل تذکرہ کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں رسول کریم ﷺ کا اپنے اہل، اقارب اور متعلقین کے ساتھ تعامل کیسا تھا؟ اس برتاؤ کو احادیث کی روشنی میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ جب کہ تیسرے باب میں رسول اللہ ﷺ کا مخصوص سماجی طبقے کے ساتھ تعامل اور برتاؤ ذکر کیا گیا ہے، چوتھے باب میں معاشرے کے مختلف طبقات کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے تعامل کو بیان کیا گیا ہے، پانچویں باب میں عام طبقات کے ساتھ کے برتاؤ؛ جب کہ چھٹے باب میں انسانوں کے علاوہ مخلوقات سے رسول کریم ﷺ کے معاملات کا ذکر کیا گیا ہے۔ کتاب آٹھ سو تین صفحات پر مشتمل ہے۔

کیف عاملہم صلی اللہ علیہ وسلم کا منہج و اسلوب

مذکورہ کتاب میں مصنف کا اسلوب یہ رہا ہے کہ ہر باب کے آغاز میں اس کا تعارف کرواتے ہیں پھر عام طور پر اپنے عنوانات کو قرآنی آیات اور پھر احادیث سے ثابت کرتے ہیں، جس طبقہ کا بھی تذکرہ کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے معاملات کے تذکرے سے پہلے اس طبقہ کا مختصر تعارف بھی پیش کرتے ہیں؛ جو قاری کی دلچسپی کا باعث بنتا ہے۔ ہر فصل کا اختتام ایک بہترین قصیدے پر کرتے ہیں۔ بالعموم پوری کتاب میں محدثین کے منہج کو اپنایا ہے؛ وقائع سیرت کے تذکرے کے بعد ان سے نتائج بھی اخذ کرتے ہیں اس سلسلے میں اپنے پیش رو شارحین کے اقوال سے استفادہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ احادیث کے غریب الفاظ کی بھی توضیح کرتے ہیں اس حوالے سے ماہرین غریب الحدیث کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ احادیث کے مابین واقع ہونے والے تعارض کو بھی حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سیرت سے متعلقہ حدیث ذکر کرنے کے بعد فوائد کو بھی فوائد حدیث کے عنوان سے ذکر دیتے ہیں۔

قدوہ کا مفہوم

مصنف نے اپنی کتاب کا آغاز "قدوہ" کے معنی کی توضیح سے کیا ہے؛ اس کے بعد ان صفات کا تذکرہ کیا ہے جن کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام لوگوں کے لیے اسوہ اور قدوہ کی حیثیت رکھتے ہیں؛ آخر میں ۲۳ کے قریب وجوہات اور خصائل کا تذکرہ کیا ہے جن میں نبی کریم ﷺ امت کے لیے اسوہ اور قدوہ ہیں۔ چنانچہ قدوہ کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: القدوة : اسم لمن يقتدى به ، فيقال: فلان قدوة^۱ "قدوہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی اقتداء کی جاتی ہو، جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص قدوہ ہے یہ اسی شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے لوگ جس کی پیروی کرتے ہوں۔"

مقالہ نگار کی رائے

اس مقام پر مدوح مصنف نے صرف قدوہ کا معنی بیان کیا ہے اور پھر انبیاء کے قدوہ ہونے کی وجوہات کا تذکرہ کرنے کے بعد باب ختم کر دیا ہے مقالہ نگار کی رائے کے مطابق کیا ہی مناسب ہوتا کہ قدوہ کے معنی کے ساتھ ساتھ اسوہ کا مفہوم بھی واضح کر دیا جاتا، کیونکہ قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کے لیے اسوہ قرار دیا گیا ہے۔ پھر قدوہ کے مفہوم کی توضیح میں کسی لغت کی کتاب کا حوالہ بھی دے دیا جاتا تو بہت اچھا ہوتا؛ مگر ایسا نہیں کیا گیا اور پوری کتاب میں کسی جگہ بھی کسی لفظ کے لغوی مفہوم کو واضح کرتے ہوئے ہمارے مدوح مصنف نے کہیں بھی کسی لغت کا حوالہ نہیں دیا؛ چونکہ یہ کتاب دراصل شیخ کے محاضرات کا مجموعہ ہے اور محاضرات میں بالعموم کسی لغت کا حوالہ نہیں دیا جاتا تو ممکن ہے اس وجہ سے کسی لغت کی کتاب کا حوالہ نہ دیا گیا۔

قرآنی آیت اور حدیث سے استشہاد

بالعموم جب کسی نئی بات کا آغاز کرتے ہیں تو اس کے لیے الگ سے ایک عنوان قائم کرتے ہیں؛ پھر اپنے قائم کردہ عنوان کی تائید میں قرآنی آیت اور حدیث بھی پیش کرتے ہیں؛ اور جہاں کہیں قرآنی آیت نہ مل سکے تو پھر صرف حدیث کے ذکر پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر امت کے حق میں رسول اللہ ﷺ کے قدوہ ہونے کی وجوہات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: فهو قدوة في الحسن الخلق "رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے لیے اچھے اخلاق میں اسوہ اور قدوہ ہیں"۔ اس کے بعد اپنے اس موقف کی تائید میں بطور استشہاد ایک قرآنی آیت اور تین احادیث پیش کی ہیں؛ چنانچہ لکھتے ہیں: قال الله سبحانه وتعالى: وانك لعلی خلق عظیم^۲ "اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: اور بلاشبہ آپ بہت بڑے اخلاق پر فائز ہیں"۔ پھر حضرت

صفیہ بنت جحی رضی اللہ عنہا کی روایت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وعن صفیة بن حبی قالت: مارایت احسن خلقا من رسول الله ﷺ³ حضرت صفیہ بنت جحی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر اچھے اخلاق والا کوئی نہیں دیکھا۔

فصل کے آغاز میں اس طبقے کا مختصر تعارف

چونکہ کتاب ہذا کا موضوع رسول اللہ ﷺ کا سماج کے مختلف طبقات سے تعامل اور برتاو ہے اس لیے مصنف کا اسلوب یہ رہا ہے کہ جب معاشرے کے کسی طبقے کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے تعامل اور برتاو کا تذکرہ کرتے ہیں، اس تعامل سے قبل اس طبقے کے بارے میں مختصر مگر جامع انداز سے تعارف بھی پیش کر دیتے ہیں جس سے قاری کو اس بارے بہت عمدہ معلومات مل جاتی ہیں۔۔۔ مثال کے طور پر رسول اللہ ﷺ کا اپنے اقارب کے ساتھ تعامل کیسا رہا؟ اس حوالے سے ایک عنوان قائم فرمایا ہے: تعامل النبی ﷺ مع اقاربه⁴ اس عنوان کے تحت رسول اللہ ﷺ کے اقارب میں آپ کے چچاؤں، پھوپھیوں، اور ان کی اولاد کا بڑے خوب صورت انداز میں مختصر تعارف کروایا ہے: چنانچہ لکھتے ہیں: وكان له من الاعمام: اسد الله واسد رسوله سيد الشهداء حمزة بن عبدالمطلب والعباس وابوطالب واسمه عبدمناف وابولہب واسمه عبدالعزی والزبیر و عبدالکعبہ والمقوم وضرار قثم والمغیرة ولقبه حجل والغيداق واسمه مصعب۔۔۔ واسن اعمامه الحارث واصغرم سنن: العباس⁵ رسول کریم ﷺ کے چچاؤں میں سے اسد اللہ ورسولہ سید الشهداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور عباس ابوطالب کہ ان اصلی نام عبدمناف تھا؛ ابولہب ان کا اصلی نام عبد العزی تھا؛ زبیر، عبدالکعبہ، ضرار، قثم، مغیرہ کہ ان کا لقب حجل تھا، الغیداق کہ ان کا اصل نام مصعب تھا۔ آپ ﷺ کے چچاؤں میں سے سب سے بڑے چچا حارث تھے اور عمر کے اعتبار سے سب سے چھوٹے چچا حضرت عباس تھے۔

لیکن یہ بات واضح رہے کہ ہمارے ممدوح مصنف کا مذکورہ اسلوب پوری کتاب میں ہر جگہ نہیں رہا؛ بلکہ بعض مقامات پر اس طبقے کا تعارف کروائے بغیر ہی اپنے موضوع کی طرف آجاتے ہیں؛ مثال کے طور پر جب رسول اللہ ﷺ کے خدام اور غلاموں کے ساتھ آپ ﷺ کا تعامل بیان کیا ہے تو وہاں بھی مناسب تھا کہ آپ ﷺ کے غلاموں اور خدام کا تذکرہ بھی کر دیتے؛ لیکن ایسا نہیں کیا بلکہ خدام کا تعارف کروائے بغیر ہی رسول اللہ ﷺ کے تعامل کا تذکرہ کر دیا گیا ہے۔⁶

اختلاف روایت کی طرف اشارہ

بعض اوقات کسی واقعہ کے تذکرہ میں کتب حدیث میں الفاظ مختلف ہوتے ہیں؛ ایسی صورت حال میں روایت کے اختلافی الفاظ کو بھی بیان کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص کسی مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ مشغول پائے تو کیا اسے قتل کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ حضرت سعد نے عرض کی، کیوں نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کا اکرام کیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسمعوا الی ما یقول سیدکم⁷ اپنے سردار کی بات کو سنو وہ کیا کہہ رہا ہے۔ مذکورہ روایت صحیح بخاری کی ہے جس میں اتنے الفاظ ہی مروی ہیں؛ جب کی صحیح مسلم کی روایت میں الفاظ میں اضافہ ہے یہی وجہ کہ ممدوح مصنف نے یہاں روایت کے الفاظ کی طرف بھی اشارہ

کر دیا ہے؛ لکھتے ہیں: وفي رواية لمسلم... اسمعوا الى مايقول سيدكم انه لغير وانا اغير منه والله اغير مني⁸ مذکورہ روایت ذکر کے روایت کے اختلاف کی طرف اشارہ کر دیا۔

معنی حدیث سے پیدا ہونے والے اشکال کا جواب

بعض اوقات کسی حدیث کے ظاہری معنی پر کوئی اشکال وارد ہو رہا ہوتا ہے، ایسی صورت حال میں اس اشکال کا جواب بھی دے دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک مقام پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عن عائشة أم المؤمنين، قالت: دعي رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى جنازة صبي من الأنصار، فقلت: يا رسول الله طوبى لهذا، عصفور من عصافير الجنة لم يعمل السوء ولم يدركه...⁹ "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو انصار کے کسی بچے کے جنازے کے لیے بلایا گیا جب آپ واپس تشریف لائے تو میں نے عرض کی کیا ہی مبارک بادی ہے اس لڑکے کے لیے یہ تو جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے؛ اس نے ابھی تک تو کوئی برا عمل نہیں کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ کیا تم جانتی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے لیے بھی کچھ اہل تیار کیے ہیں اور جہنم کے لیے بھی۔" مصنف نے اس حدیث کے ضمن میں امام نووی کا قول نقل کیا ہے کہ علمائے امت کا اتفاق ہے کہ اطفال مسلمین میں سے جو بھی فوت ہو گا وہ جنتی ہو گا؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مکلف نہیں؛ امام نووی کی اس بات پر مذکورہ حدیث کی وجہ سے ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات کو جب رسول اللہ ﷺ نے سنا تھا تو فرمایا تھا: اے عائشہ کیا تم جانتی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے لیے بھی کچھ اہل تیار کیے ہیں اور جہنم کے لیے بھی، جب ایسی بات ہے کہ اس پر امام نووی کی بات کیسے درست ہو سکتی ہے؟ اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: واجابوا عن حديث عائشة هذا بانها نهاهما عن المسارعة الى القطع من غير ان يكون عندهما دليل قاطع¹⁰ "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس لیے منع فرمایا تھا کہ وہ کسی کے بارے میں یقین سے اس وقت تک بات نہ کریں جب تک ان کے پاس کوئی قطعی دلیل نہ ہو۔

فان قيل اور قيل کہہ کر تعارض اور حل تعارض

سیرت کے واقعات کے ضمن میں بسا اوقات ایسی احادیث سامنے آتی ہیں کہ بظاہر ان میں تعارض معلوم ہوتا ہے ایسے میں مصنف اس تعارض کو حل کر دیتے ہیں، اس سلسلے میں تعارض کو ذکر کرتے وقت "فان قيل" کہہ کر ذکر کرتے ہیں اور حل تعارض کے لیے "قيل" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قال النبي ﷺ: ايكم مال وارثه احب اليه من ماله¹¹ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کون شخص ایسا ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال محبوب ہے؟" ہمارے ممدوح مصنف اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد فان قيل کہہ کر اس حدیث کے ایک اور حدیث کے ساتھ تعارض کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: فان قيل: هذا الحديث يدل على ان انفاق المال في وجوه البرافضل من تركه لوارثه، وهذا يعارض قوله ﷺ لسعد: انك ان تذر ذريتك اغنياء خير من ان تذرهم عالة يتكففون الناس¹² "اگر یہ بات کہی جائے کہ مذکورہ بالا حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نیکی کے راستوں پر مال خرچ کرنا زیادہ افضل ہے اس بات سے کہ آدمی اپنا مال پیچھے ورثاء کے لیے چھوڑ کر جائے؛ اگر یہی بات ہے تو پھر یہ حدیث تو اس حدیث کے بالکل معارض ہے جس میں خود رسالت مآب ﷺ

نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: اے سعد! تم اپنی اولاد کو مالدار اور غنی چھوڑ کر جاؤ؛ یہ زیادہ بہتر ہے اس بات سے کہ تمہارے جانے کے بعد وہ فقیر ہوں اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہوں۔ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آدمی کو اپنے پیچھے مال چھوڑ کر جانا چاہیے۔ اس تعارض کو حل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قیل: لا تعارض بینہما انما خص النبی ﷺ سعدا علی ان یتک مالا لورثتہ۔۔۔¹³ "مذکورہ دونوں احادیث میں کسی قسم کا کوئی تعارض ہی نہیں ہے؛ اس لیے کہ حدیث سعد میں رسول کریم ﷺ نے حضرت سعد سے فرمایا تھا کہ تم اپنے ورثاء کے لیے مال چھوڑ کر جاؤ کیونکہ انہوں نے مرض کی حالت میں اپنے سارے مال کو صدقہ کرنے کا ارادہ فرمایا تھا تو اس لیے انہیں اپنے اس ارادے سے منع فرمایا کہ تم ایسا نہ کرو بلکہ اپنے مال کا تہائی حصہ صدقہ کر دو باقی مال اپنے ورثاء کے لیے چھوڑ دو؛ جب کہ حدیث عبد اللہ بن مسعود کا اصل منشا صحت کی حالت میں صدقہ کرنے پر براہِ کفایت کرنا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کسی مالدار آدمی پر بغل غالب آجائے جس کی وجہ سے وہ صدقہ نہ کر سکے اور آخرت میں ثواب سے محروم ہی نہ ہو جائے۔ جب دونوں کا مدعی ہی الگ الگ ہے تو تعارض ہی نہ رہا۔"

"من فوائد الحدیث" کہہ کر قصہ ذکر کرنے کے بعد اس سے مستنبط ہونے والے آداب کا تذکرہ

بعض اوقات کسی قصے کے تذکرے کے بعد اس سے مستنبط ہونے والے نتائج اور آداب کا بھی تذکرہ کر دیتے ہیں، ان آداب کے تذکرے سے بہت سارے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً حضرات شیخین کا مشہور واقعہ ذکر کرتے ہیں جس میں یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شدید بھوک کی حالت میں ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے جس نے ان کی ضیافت کی؛ بھوک اور پیاس کی حالت میں کھانا کھانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: والذی نفسی بیدہ لتسالن عن هذا النعیم یوم القیامۃ¹⁴ "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم سے قیامت کے دن اس نعمت کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا"۔ اس واقعے کو نقل کرنے کے بعد "من فوائد الحدیث" کہہ کر بہت سارے آداب اور نتائج جو اس قصے سے نکل رہے ہیں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ مثلاً اس سے ایک بات تو یہ ثابت ہوئی رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے پاس دنیا کی مال و متاع نہیں تھی اور نہ ہی انہیں اسے حاصل کرنے کا شوق تھا، اسی طرح اس قصے سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ کسی پریشانی اور الم کا کسی کے سامنے اس لیے ذکر کرنا وہاں سے تسلی اور صبر ملے گا یہ بالکل جائز ہے؛ جیسا کہ صحابہ کرام نے اپنی بھوک کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش فرمادی، اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اگر کوئی شخص کسی کے ہاں مہمان ہو تو میزبان کو اس کے سامنے اپنی خوشی ظاہر کرنا کہ آپ کے آنے سے ہمیں بے حد مسرت ہوئی یہ بھی جائز ہے، اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ مہمان کے آنے پر جو کچھ تیار ہو اسے پیش کر دینا چاہیے زیادہ تکلف میں نہیں پڑنا چاہیے بسا اوقات زیادہ تکلف مہمان پر گراں گزرتا ہے¹⁵۔

الفاظ غریبہ کی توضیح و تشریح

مصنف کی ایک عادت یہ بھی رہی ہے کہ احادیث میں آنے والے الفاظ غریبہ کی توضیح بھی کرتے ہیں اس حوالے سے ان کا اسالیب مختلف رہے ہیں کبھی تو خود ہی اس کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: یا عائشۃ استتری من النار ولو بشق تمرۃ¹⁶ "اے عائشہ جہنم کی آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے ہی کیوں نہ ہو"۔ حدیث مذکورہ میں لفظ "شق" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: شق التمرۃ: نصفها وجانبها، والمعنی: ولوشقی یسیرمنھا او غیرھا¹⁷ "شق التمرۃ کا مفہوم یہ ہے کہ آدھی کھجور یا اس کے اطراف کا

کوئی حصہ ہی صدقہ کر دو، اس جملے کی مزید وضاحت یہ ہے کہ یہاں کجھور کا لفظ بطور استعارہ کے استعمال کیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ کسی ہلکی پھلکی چیز کو ہی صدقہ کر دو ممکن ہے کہ وہی چیز ہی آخرت میں نجات کا سبب بن جائے۔

شعر سے استدلال

کبھی کبھی اپنے بیان کردہ مفہوم کی مزید توضیح کرتے ہوئے شعر سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی سخاوت کا کے بارے میں ایک حدیث ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال: ماسئل رسول اللہ ﷺ شینا فقال: لا¹⁸ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے کسی دنیوی چیز کے بارے سوال کیا ہو اور آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ میرے پاس نہیں۔ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: معناه: ماسئل شینا من متاع الدنيا فقال: لا۔ ففیہ بیان عظیم سخاوتہ¹⁹ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ سے جب بھی کسی دنیا کے سامان کا سوال کیا گیا آپ ﷺ نے کبھی کبھی انکار نہیں فرمایا۔ اپنے اسی مفہوم کی توضیح کرتے ہوئے شعر بھی پیش فرمایا ہے؛ چنانچہ لکھتے ہیں:

واذا سخوت بلغت بالوجود المدی وفعلت مالا تفعل الکرماء²⁰

ہر باب کے اختتام پر ایک عربی قصیدہ

مصنف کی اس کتاب میں ایک عادت یہ بھی رہی ہے کہ وہ ہر بحث کے خاتمے پر اسی سے متعلق ایک عربی قصیدہ بھی ذکر کرتے ہیں؛ گویا یہ قصیدہ اس پورے باب کا خلاصہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر رسول اللہ ﷺ کا اپنے مہمانوں کے ساتھ رویہ، تعامل اور برتاؤ کیسا تھا؟ اس پر مفصل بحث کے بعد آخر میں مہمان نوازی کے حوالے سے قصیدہ لکھا ہے جس کے چند اشعار یہ ہیں:

بحسن البشر تبندر الضیوف وبسط الوجه اول من یضیف
ونخدمه باعیننا، ونبقی علیہ بكل مکرمۃ نطوف
وحین نزورہ حبا فانی کریم فی زیارتہ عقیف
وللضیفان حق مستحق بكل الخیر تنبسط الکفوف
ونکرمهم بانفس مالدینا قرانا بین ایدیہم صنوف²¹

خلاصہ بحث

رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی ایک ایسی عظیم ہستی ہیں کہ جن کی سیرت و کردار ہر انسان کے لیے اسوہ کی حیثیت رکھتی ہے؛ یہ آپ ﷺ کا ہی معجزہ ہے کہ تھوڑے سے وقت میں انسانیت کو فلاح و فوزان کے بام عروج پر پہنچا دیا، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت پر دنیا کی تقریباً ہر زبان میں چاہے نظم ہو یا نثر؛ بہت زیادہ لکھا گیا۔ مروز زمانہ کے ساتھ ساتھ زمانے کے تقاضوں کی وجہ سے آپ ﷺ کی سیرت کے مختلف گوشوں اور مختلف جہات پر مستقل کتابیں منصہ شہود پر آئیں؛ ان جہات میں سے ایک جہت اختصاصی سیرت اور فقہ السیرۃ بھی ہے، عہد جدید میں اس موضوع پر عربی زبان میں بھی بہت کچھ لکھا جا رہا ہے، جدید دور کی عربی نگارشات سیرت پر نگاہ دوڑائی جائے تو ایک طویل فہرست نظر آتی ہے ان میں سے ایک کتاب "کیف عاملہم ﷺ" بھی ہے، جو درحقیقت شیخ ابو صالح المنجد کے محاضرات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے رمضان المبارک کی مبارک ساعات میں تراویح کے بعد دیے تھے جنہیں بعد میں کئی ٹی وی چینلز پر بھی دکھایا گیا اور بعد میں انہی محاضرات کو کتابی شکل میں

"کیف عاملہم ﷺ" کے نام کے ساتھ شائع کر دیا گیا؛ اس کتاب کا اصل موضوع رسول کریم ﷺ کا سماج اور معاشرے کے مختلف طبقات کے ساتھ تعامل منصفہ شہود پر لانا ہے جس سے رسول اللہ ﷺ کے حسن اخلاق کا پہلو آشکارا کرنا مقصود ہے۔ ممدوح مصنف نے محدثانہ اسلوب میں اپنے موضوع پر بڑا محققانہ، وقیع اور قابل قدر کام کیا ہے اور سارے موضوع کو احادیث کی روشنی میں پیش کیا ہے؛ اس ضمن میں ان تمام اسالیب کو اپنایا ہے جنہیں عام طور پر شارحین حدیث اپنی شرح حدیث کے دوران اپناتے ہیں۔ حدیث کے مشکل اور غریب الفاظ کی وضاحت، اختلاف روایات کی طرف اشارہ، وقائع سیرت کے ذکر کے بعد ان کی تجزیہ کرتے ہوئے دور جدید میں درپیش مسائل کو سیرت کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش، کسی حدیث کے ظاہری مفہوم پر واقع ہونے والے اشکال کو حل کرنا، دو مختلف احادیث میں بظاہر ہونے والے تعارض کو حل کرنے کی کوشش کرنا، اپنے مدعی کو قرآنی آیت اور احادیث سے مزین کرنا، موقع بہ موقع اشعار کو بھی بطور استشہاد کے پیش کرنا وغیرہ۔ یہ وہ مناجح ہیں جنہیں عام طور پر شارحین حدیث اپنی شرح میں اپناتے ہوئے نظر آتے ہیں، ہمارے ممدوح مصنف نے بھی اپنی قابل قدر کتاب میں انہیں اختیار فرمایا ہے۔ تاہم بہت سارے مقامات پر بہت زیادہ تفصیلی محسوس کی گئی؛ کہ مشکل اور غریب الفاظ کو حل کرتے ہوئے کتب لغت سے استفادہ نہیں کیا گیا؛ احادیث سے مستنبط ہونے والے فقہی احکام کی طرف توجہ نہیں دی گئی، اگر کہیں اس کا تذکرہ کیا بھی گیا تو اتنے اختصار کے ساتھ کہ اس کی وضاحت کی ضرورت باقی رہی۔ اس کے باوصف یہ اپنے موضوع پر ایک عمدہ اور جامع کاوش ہے۔

References

- ¹ Abū Sāleh al-Munjid, *Kaifa Āmiluhum* (Al-Riyadh: Majmuaa Zad lil Nashar, 1436AH), 18.
- ² Al-Qalam:4
- ³ Al-Mu'jam Tabrāni, Hadith no:6578.
- ⁴ Al-Munjid, *Kaifa Āmiluhum*, 147.
- ⁵ Al-Munjid, *Kaifa Āmiluhum*, 147.
- ⁶ Al-Munjid, *Kaifa Āmiluhum*, 236.
- ⁷ Muhammad Ibn Ismail al-Bukhāri, *Sāhīh Bukhāri*, Hadith no:1498.
- ⁸ Muslim Ibn Hajjāj Al-Qushairi, *Sāhīh Muslim*, Hadith no:1498.
- ⁹ Muslim, *Sāhīh Muslim*, Hadith no:2662
- ¹⁰ Al-Munjid, *Kaifa Āmiluhum*, 83.
- ¹¹ Al-Munjid, *Kaifa Āmiluhum*, 363.
- ¹² Al-Munjid, *Kaifa Āmiluhum*, 363.
- ¹³ Al-Munjid, *Kaifa Āmiluhum*, 364.
- ¹⁴ Al-Munjid, *Kaifa Āmiluhum*, 2038.
- ¹⁵ Al-Munjid, *Kaifa Āmiluhum*, 200.
- ¹⁶ Al-Munjid, *Kaifa Āmiluhum*, 81; Musnad Imam Ahmād, Hadith no:23980.
- ¹⁷ Al-Munjid, *Kaifa Āmiluhum*, 81.
- ¹⁸ Al-Bukhari, *Sāhīh Bukhāri*, Hadith no:6034.
- ¹⁹ Al-Munjid, *Kaifa Āmiluhum*, 185.
- ²⁰ Al-Munjid, *Kaifa Āmiluhum*, 185.
- ²¹ Al-Munjid, *Kaifa Āmiluhum*, 202.